عرفانِ ربّانی
کی
ناطق دلیل

تقریر

علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ

ترتیب و تحشیہ

محمد صدّیق فانی

الاصلاح پبلی کیشنز خانیوال (ملتان)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام پمفلٹ ———— عرفان ربانی کی ناطق دلیل
تقریر ———— علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ
ترتیب و تحشیہ ———— محمد صدیق فانی
بار اوّل ———— ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ
مطبوعہ ———— محبوب پریس خانیوال
ناشر ———— الاصلاح پبلی کیشنز خانیوال کالونی ۱ (ملتان)
معرفت صادق دی ہٹی

بار دوم ۲۵ صفر ۱۴۰۱ھ

★ مدرسہ انوار العلوم ملتان کے منعقدہ سالانہ جلسہ ۱۹۷۵ء کے موقعہ پر علامہ کاظمی مدظلہ کی افتتاحی تقریر

قیمت : دعائے خیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونُصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم ط

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط

(پ ۲۶ سورۃ فتح)

"وہ" وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ اُسے غالب کر دے تمام ادیان پر۔

سب سے پہلے تو بات یہ ہے کہ "ھو" ضمیر ہے یہ اسم ہے۔ "الذی" اسم موصول ہے لیکن یہ بھی اسم ہے۔ یاد رکھیے کہ ضمیر ہو یا موصول یہ دونوں اسم مبہم ہوتے ہیں، ان میں پوشیدگی ہوتی ہے۔

"ھو" "وہ" اب آپ کو کوئی پتہ نہ چلا کہ کون سی ذات۔

تو ضمیر میں بھی ابہام ہوتا ہے اور موصول میں بھی ابہام ہوتا ہے۔ ضمیر کا ابہام مرجع سے دُور ہوتا ہے جدھر ضمیر لَوٹتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مرجع ضمیر سے ضمیر کا ابہام دور ہو گا۔ مثلاً میں کہوں کہ "زید آیا اور اُس نے کہا"

"اُس نے" یہ لفظ "اُس" ضمیر ہے اَب اس کا مرجع کیا ہے؟ زید ہے۔

جب تک زید نہ ہو ضمیر کا پتہ نہیں چلتا اور اس کی پوشیدگی دُور نہیں ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ ضمیر کی پوشیدگی مرجع سے دور ہوتی ہے۔ اور اسم موصول میں جو ابہام اور پوشیدگی ہے وہ صلے سے دور ہوتا ہے۔ صلہ اسم موصول کے ابہام کو دُور کرنے کے لئے ہے اور مرجع ضمیر کی پوشیدگی کو دُور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "هُوَ الَّذِیْ" "ھو" ضمیر "الذی" اسم موصول۔ اللہ

تعالیٰ نے دونوں اسم مبہم بیان فرمائے۔ اَب پتہ نہیں چلتا کہ "ھو" کون اور "الذی" کون۔

توبھیَ بات یہ ہے کہ موصول کا ابہام صلے سے دور ہوتا ہے اور وہ موصول کہ ضمیر کا مصداق بھی وہی ہے تو جب اس کا ابہام دور ہو گا تو ضمیر کا ابہام خود بخود دُور ہو جائے گا۔

ارشاد ہوتا ہے "الذی" یہ الذی اسم موصول ہے اور اس کا صلہ ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ۔ "اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا"۔ مقصد کیا ہے کہ جسطرح موصول کا ابہام صلے کے بغیر دُور نہیں ہوتا، جس طرح ضمیر کا ابہام مرجع کے بغیر دُور نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں تمہیں جو ابہام پڑگیا ہے وہ رسول کے بغیر دُور نہیں ہوگا۔ مرجع کے بغیر ضمیر نہیں پہچانی جاتی، صلہ کے بغیر موصول کا پتہ نہیں چلتا اور رسول کے بغیرِ خُدا کا پتہ نہیں چلتا۔

آپ کہیں گے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ قرآن کریم تو کہتا ہے کہ:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (پ۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے بدلنے میں اہل عقول کے لئے نشانیاں ہیں۔

امور کائنات کا ہر ذرہ خُدا کی قدرت کا نشان ہے اور نشان سے اگر پتہ نہ چلے تو وہ نشان کا ہے کا۔ تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ رسول بغیرِ خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ گھاس کا ایک تنکا بھی خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے۔ چاند، سورج، یہ دن رات کی گردشیں، ہوائیں، سمندر پہاڑ، نباتات، جمادات، موالید، عناصر، معانی، اعراض، جواہر اور جملہ کائنات ایک ایک ذرہ خُدا کی قدرت خدا کی معرفت کا نشان ہے۔ اور نشان وہ ہوتا ہے جس سے کسی کا پتہ چلتا ہے۔ ہم چاند کو دیکھتے ہیں ہمیں خُدا کا پتہ چل جاتا ہے، ہر مصنوع سے صانع کا پتہ چلتا ہے۔ ہر مخلوق سے خالق کا پتہ چلتا ہے تو تم کیسے کہتے ہو کہ رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا، یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کائنات کا ہر ذرہ خدا کی معرفت کا نشان ہے۔ آمنا و صدقنا۔

قرآن کہتا ہے:

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ
السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ
كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ
الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۶۴)

(ترجمہ) بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی گردش میں اور جہازوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں اُٹھاتے جو نفع پہنچاتی ہیں لوگوں کو اور جو اُتارا اللہ نے بادلوں سے پانی پھر زندہ کیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے مُردہ ہونے کے بعد اور پھیلا دیئے اس میں ہر قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلتے رہنے میں اور بادل میں جو حکم کا پابند ہو کر آسمان اور زمین کے درمیان (لٹکتا رہتا) ہے (ان سب میں) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔“

اور نشانی وہی ہوتی ہے جس سے کسی چیز کا پتہ چلتا ہو۔ تو نشانی نشان والے کے لئے دلیل ہے۔ سورج کی دھوپ سورج کے لئے دلیل ہے، چاند کی چاندنی چاند کے لیے دلیل ہے۔ تو کائنات کا ایک ایک ذرہ خدا کی ہستی کی دلیل، اُس کی قدرت اور صفت کا نشان ہے لیکن دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک خاموش دلیل ہوتی ہے اور ایک ناطق دلیل۔

کائنات کا ہر ذرہ خدا کی ذات کی دلیل اور خُدا کی ہستی کا نشان ہے لیکن یہ وہ نشان اور وہ دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان دلیلوں کو دعویٰ بنا دیا تب بھی یہ دلیلیں خاموش رہیں۔ کیا چاند نے اپنے پوجنے والوں کو کہا کہ بیوقوفو تم مجھے پوجتے ہو میں تو دلیل ہوں تم دعویٰ کو تسلیم کرو اور دعویٰ کو پوجو، تو بھی چاند کبھی نہیں بولا، سورج نہیں بولا۔ پتھروں کو لوگوں نے پوجا پتھر نہیں بولے، آگ کو پوجا، درختوں اور جانوروں کو پوجا یہ نہ بولے۔ یہ سب دلیلیں تو تھیں مگر خاموش دلیلیں تھیں لوگ پوجتے رہے یہ خاموش رہیں۔ اور ناطق دلیل تو ایک حضور پُر نور محمد مُصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے اور یقین کیجے کہ میرے

آقا میرے مولا تاجدار مدنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ناطق دلیل ہیں کہ جو خاموش دلیل ان کے دامن میں آئی وہ بھی ناطق ہو گئی۔

بتایئے کیا پتھر ناطق ہیں؟ یقیناً نہیں، لیکن جب ابو جہل پتھر اپنے ہاتھ میں لایا تو ناطق[1] ہوئے یا نہیں؟ مجھ سے اگر پوچھو تو میں کہوں گا کہ چاند بھی ناطق ہوا اور سورج بھی ناطق ہوا۔ مگر نطق ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا اور اس کے اندر حکمتیں ہیں۔ اگر چاند سے آواز پیدا ہوتی تو لوگ سمجھتے کہ پتہ نہیں یہ آواز کہاں سے آئی، چاند سے ایسی کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں۔ بلکہ چاند کو ایسے ناطق کیا کہ اپنے محبوب کو حکم دیا کہ میرے پیارے تو اپنی انگلی اٹھا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی اٹھائی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا[2]۔ ایمان سے کہنا یہ اس کا ناطق ہونا نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ چاند نے ناطق ہو کر بتا دیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نہ ہوتے تو میں دو ٹکڑے کیسے ہو جاتا۔ اگر سورج سے کوئی ایسی آواز آجاتی تو لوگ گھبرا جاتے، دھوکے میں پڑ جاتے کہ پتہ نہیں یہ آواز کس کی ہے کہاں سے آئی ہے۔ یہ کیسے یقین ہوتا کہ سورج بول رہا ہے۔ لیکن جب میرے آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منزلِ صہبا پر ڈوبے ہوئے سورج کو اشارہ کیا تو حدیث پاک میں آتا ہے۔

---

[1] مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

[2] چاند کے دو ٹکڑے کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں روشن و تابندہ تر ہے۔ یہ معجزہ قرآن کریم میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قیامت قریب آگئی اور چاند ٹکڑے ہو گیا) اس آیت کریمہ کا اشارہ دنیا میں اسی واقعہ کی طرف ہے۔ اور مفسرین اس کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ادھر اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے نیچے تھا۔

ابن عبد البرؒ جو اکابر علمائے حدیث سے ہیں فرماتے ہیں کہ چاند کے ٹکڑے ہونے والی حدیث کو صحابۂ کرام کی جماعت کثیرہ اور اسی طرح تابعین کی جماعت کثیرہ روایت کرتی ہے اور ان سے ایک جم غفیر نے، اسی طرح ہم تک یہ روایت پہنچی۔ اور آیت کریمہ نے اس کی تائید فرمائی۔

(مدارج النبوۃ صـ ۳۲۷ جلد اول مطبوعہ کراچی، "الشفا" صـ ۱۸۳ حصہ اول مطبوعہ ملتان)

"عن اسمآء بنت عمیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوحی الیہ وراسہ فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلیت یا علی قال لا فقال اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس قالت اسمآء فرایتھا غربت ثم رایتھا طلعت بعد ما غربت ووقفت علی الجبال والارض وذلک بالصھباء فی خیبر۔"[۱]

یعنی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ خیبر میں صہبا کے مقام پر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہو گیا اور حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی عصر کی نماز نہ پڑھی تھی۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے پیارے علی! کیا ابھی نماز نہیں پڑھی۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا نہیں۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی۔ یا اللہ پیارے علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے لہٰذا سورج کو واپس لوٹا دے۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا تھا پھر سورج واپس آیا زمین اور پہاڑوں پر دھوپ چمکی۔

---

[۱] اس حدیث مبارکہ کے متعلق آئمہ حدیث، اولیائے امت اور علمائے ملت رحمہم اللہ تعالیٰ کے تاثرات و ارشادات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سیدنا امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہٰذان حدیثان ثابتان ورواتہما ثقات" (شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ ملتان) یعنی اس حدیث پاک کی دونوں سندیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "قال الطحاوی وہٰذان حدیثان ثابتان ای عندہ وکفی بہ حجۃ ورواتہما ثقات فلا عبرۃ بمن طعن فی رجالہما۔" (شرح شفا علی نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۱ مصری) یعنی جب یہ دونوں حدیثیں امام طحاویؒ کے نزدیک ثابت ہیں تو یہ حجت کے لیے کافی ہے اور دونوں حدیثوں کے راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا ان دونوں حدیثوں کے راویوں پر طعن کرنے والے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

کسی نے مجھ سے کہا کہ بھئی تم نے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نماز قضا ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج واپس کر دیا مگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضا ہو گئی تو سورج واپس نہیں آیا۔ کیونکہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لئے تو سورج واپس نہیں آیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک نماز قضا ہو گئی تو سورج واپس آگیا بھئی یہ کیا بات ہوئی تم نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھا دیا۔

میں نے کہا بھئی یہ بات نہیں کیوں کہ غلاموں کا جو کمال ہوتا ہے وہ غلاموں کا نہیں ہوتا بلکہ آقاؤں کا ہوتا ہے۔ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ غلام ہیں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اُن کی قضا نماز کے لئے سورج کا واپس آنا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کمال نہیں بلکہ آقائے دو جہان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔

رہا یہ سوال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لیے سورج واپس کیوں نہیں آیا تو

(بقیہ) سیدنا امام احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ استاذ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: حکی الطحاوی ان احمد بن صالح کان یقول لا ینبغی لمن سبیلہ العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانہ من علامات النبوۃ (شفا جلد ۱) یعنی امام طحاویؒ نے فرمایا کہ امام احمد بن صالح فرمایا کرتے تھے اہل علم کو لائق نہیں کہ وہ حدیث اسماء (رد شمس والی) حدیث یاد نہ کریں کیونکہ یہ حدیث تو علامات نبوت سے ہے۔

(۳) حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب رد المحتار میں عنوان یوں قائم کیا "مطلب لو ردت الشمس بعد غروبها" ص ۳۶۱ اس کے تحت حضرت اسماء والی حدیث پاک جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آیا بیان کرنے کے بعد فرمایا والحدیث صححہ الطحاوی وعیاض واخرجہ جماعۃ منہم الطبرانی بسند حسن۔ (رد المحتار ص ۳۶۱) یعنی اس حدیث کو امام طحاوی نے اور حضرت قاضی عیاض نے صحیح ثابت کیا ہے اور اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے باسند حسن ذکر کیا ہے ان میں سے محدث طبرانی ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ ابن عابدین نے فرمایا "واخطا من جعلہ موضوعا کابن الجوزی وقواعدنا لا تاباہ (رد المحتار ص ۳۶۱) یعنی ابن جوزی وغیرہ جنہوں نے اس حدیث کو موضوع کہا انہوں نے غلط کہا ہے۔ اور اور اہل سنت وجماعت کے قواعد کے یہ بات خلاف نہیں۔"

اسکی وجہ یہ تھی کہ تمام قیامت تک آنے والے مومنوں کے لئے اسوہ حسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قرآن کہتا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پ ۲۱ سورہ احزاب)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا نماز کے لئے ڈوبا ہوا سورج واپس آجاتا تو قیامت تک کے مسلمانوں کے قضا نماز کے لئے سورج واپس آتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہوتا۔ بہر حال مجھے کہنا یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قضا نماز کے لئے میرے آقا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو اشارہ فرمایا تو ڈوبا ہوا سورج واپس آگیا۔

میرے دوستو! یہ ڈوبا ہوا سورج واپس آیا، آپ نے اس کی حقیقت پر غور کیا؟ درحقیقت سورج بھی توخدا کی دلیل ہے۔ مگر ایسی خاموش دلیل کہ لوگ سورج کو پوجتے رہے اس دلیل کو دعویٰ بناتے رہے مگر سورج کچھ بولا ہی نہیں۔ لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ جو خاموش دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں آئے وہ ناطق ہوجاتی ہے۔ تو سورج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر واپس آکر گویا یہ نطق کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے سچے رسول نہ ہوتے تو میں اشارے سے کیسے واپس آتا۔

(بقیہ ص) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ مخفی نہ رہے کہ ان کا (یعنی بعض افراد کا) یہ کہنا کہ کتب صحاح میں (حدیث مذکورہ کو) ذکر نہیں کیا گیا اور حسن ومنفرد ہے۔ یہ بات قابل غور وفکر ہے کیونکہ جب امام طحاوی،، احمد بن صالح، طبرانی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اسکی صحت اور اس کے حسن ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو اَب یہ کہنا کہ کتب صحاح وحسان میں ذکر نہیں کیا گیا درست نہ ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ تمام ہی احادیث مبارکہ کتب صحاح وحسان میں ذکر ہوں۔ نیز ان کا کہنا کہ اہلبیت میں سے ایک مجہول وغیر معروف عورت نے نقل کیا ہے جس کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ یہ بات سیدہ اسماء بنت عمیس کے بارے میں کہنا ممنوع ہے اس لئے کہ وہ جمیلہ جلیلہ اور عاقلہ دانا عورت ہیں۔ ان کے احوال معلوم ومعروف ہیں۔ (مدارج النبوت جلد دوم)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن تیمیہ اور ابن جوزی کا یہ کہنا کہ حدیث اسماء موضوع ہے بیشک ان کا یہ کہنا ان کی اپنی اٹکل ہے۔ (نسیم الریاض جلد ۳)

تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناطق دلیل ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی خاموش دلیل ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ناطق دلیل ان چیزوں کو دلیل نہ بتاتی تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ یہ دلیل ہیں یا نہیں۔ دُنیا کے بڑے بڑے عقلاء ان دلیلوں کو دعویٰ بتلاتے رہے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں۔ لیکن فرمایا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کا دلیل ہونا بھی تو تیرا رہینِ منت ہے تو نے اپنی زبان نبوت سے فرمایا کہ یہ دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ (پ۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے بدلنے میں اہلِ عقول کے لیے نشانیاں ہیں۔

پیارے محبوب! تو خُدا کی وہ ناطق دلیل ہے کہ ان دلیلوں کے دلیل ہونے کا نطق بھی تو نے کیا اور یہ خاموش دلیلیں بھی تیری بارگاہ میں آکر ناطق ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اصل دلیل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لگ کر دلیل ہوئیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اصل کے بغیر فرع نہیں ہوتی۔ جب اصل کے بغیر فرع ہوتی نہیں تو کوئی دلیل رسول کے بغیر نہ ہوئی، اور دلیل نہ ہو تو دعوے کا پتہ نہیں چلتا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو خُدا کا پتہ نہ چلتا۔

عزیزانِ گرامی! اتنی بات آپکو بتادوں کہ انسانوں نے مظاہر کائنات کو کیوں پوجا؟ انسان کی فطرت میں تو خدا کی محبت تھی اور جس کی محبت تھی اُسی کو پوجنا چاہیے تھا۔ یہ کیا کہ فطرت میں تو خُدا کی محبت ہے اور پوج رہا چاند اور سورج کو، یہ کیا بات ہوئی؟

عزیزانِ گرامی! یہ دو باتیں ذہن میں یکجا جمع نہیں ہوتیں کہ انسان کے دِل میں محبت تو خدا کی ہو اور پوجے غیر خُدا کو یہ بات کیا ہے؟

اَب پہلا جملہ میں نے کہا کہ انسان کے جوہر فطرت میں محبت تو ہے خُدا کی۔ یہ پہلا مقدم سے اس مقدمے کے لیے میں فقط لفظ انسان ہی کو پیش کیے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ انسا

کی فطرت کا جوہر ہے کہ اس میں خدا کی محبت ہے یعنی خدا کی محبّت انسانی فطرت کا تقاضا ہے تو بھئی اسکی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو انسان کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ اُنسَ سے بنا ہے اور اُنسَ کے معنی ہیں کہ اُس نے محبّت کی۔ اور محبّت کس سے کی؟ اُسی بنانے والے سے محبت کی۔ تو انسان کہتے ہی اُس کو ہیں کہ بنانے والے سے محبّت اپنی فطرت میں رکھتا ہو۔ بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ انسان کی فطرت کا جوہر ہی خُدا کی محبّت ہے، خُدا کا اُنس ہے۔ کیونکہ اسی اُنسَ سے تو وہ بنا ہے۔ اور اُنسَ کے معنی ہیں کہ اُس نے محبّت کی اور اُنس اس کا ماخذ ہے۔ "ا۔ن۔س" اس کا مادہ ہے اور اس کے معنی محبت کے ہیں۔ تو پتہ نہیں چلتا کہ جس کی محبت کا جوہر اس کی فطرت میں ہے اس کی بجائے اُس کے غیر کو پوجتا ہے۔

میں نے ایک مرتبہ تقابلِ ادیان کا مضمون جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں پڑھایا۔ سوال میں نے خود کیا اور میں نے کہا کہ بھئی تقابلِ ادیان میں ایک عنوان "وحدتِ ادیان" بھی آتا ہے کہ تمام دینوں کی اصل ایک ہے۔ اختلاف بعد میں ہوئے اور اتنے ہوئے کہ پھر وہ اُصولی اختلاف سے بھی آگے بڑھ گئے۔ لیکن درحقیقت دین میں وحدت پائی جاتی ہے۔ دین ایک ہے اور پھر اس کے بعد جو مختلف رائیں ہوئیں وہ بعد کی چیز ہیں۔ تو اس سلسلے میں مَیں نے کہا کہ بعض لوگوں نے وحدتِ ادیان کا بنیادی نقطہ یہ قرار دیا کہ بھئی جب انسان خدا کی محبت اپنے اندر رکھتا ہے اور خُدا کا اُنس اسکی فطرت میں ہے تو اب یہ مان لو کہ کوئی چاند کو پوجتا ہے تو وہ خُدا ہی کو پوجتا ہے اگر کوئی سورج کو پوجتا ہے تو وہ بھی خدا کو پوج رہا ہے، یہ دین جو الگ الگ ہیں یہ سب ایک ہی ہیں۔ چاند یا سورج کو پوجنے والا ہو، آگ یا پانی کو پوجنے والا ہو، یہ سب ایک ہی خُدا کے پُجاری ہیں جو ان تمام کا خالق ہے اور اسی کی مُحبّت سب کے دِل میں ہے۔ لہٰذا خواہ ظاہری صورت میں کوئی کسی کی پوجا کر رہا ہو مگر ہم یہی سمجھتے ہیں کہ یہ خُدا کی پوجا کر رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ بھئی یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اس شبہ کا ازالہ لوگوں کے ذہنوں سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تصویر کا دوسرا رُخ میں آپ حضرات کے سامنے پیش نہ کردوں۔ یہ

شبہ بڑا قوی ہے لوگ اس میں مبتلا ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ بھئی کوئی خدا کو پوجے کوئی رام کہے کوئی رحیم کہے کوئی اللہ کہے کوئی گاڈ (GOD) کہے بات ایک ہی ہے وہ اگر مندر میں جاتے ہیں تو تم مسجد میں جاتے ہو اُن کا بھی ایک گھر مخصوص ہے تمہارا بھی گھر مخصوص ہے وہ اپنے آگے مورتی کو رکھتے ہیں تو تم اپنے آگے خانہ کعبہ کو رکھتے ہو اُس کے بغیر تمہاری نماز نہیں ہوتی تو آخر خانہ کعبہ بھی تو پتھروں کا بنا ہوا ہے اور کیا ہے؟ کسی نے اپنے آگے پتھر کو رکھ لیا کوئی اور چیز کو اپنے آگے رکھ کر عبادت کرتا ہے لہٰذا سب آپس کے جھگڑے ختم کرو۔ اسلام، یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، بُت پرستی، دہریت وغیرہ یہ کوئی چیز نہیں۔ جو دہر کو پوج رہے ہیں اصل مراد ان کی بھی یہی ہے کہ کوئی ایسی مخفی طاقت ہے جو درحقیقت مؤثر ہے وہ اس کو دہر کہتے ہیں تم اسکو اللہ کہتے ہو کوئی اسکو گاڈ (GOD) کہتا ہے کوئی رام کہتا ہے کوئی رحیم کہتا ہے لہٰذا سب ایک ہی ہیں۔ یہ شبہ بڑا قوی ہے میں اس کا ازالہ کرنے کے لئے تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتا ہوں۔

تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ یہاں تک تو میں بھی متفق ہوں کہ خواہ کوئی چاند کو پوجنے والا ہو یا سورج کو، گائے کو پوجے یا پیپل کو، پتھر کو پوجے یا درخت کو۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ ان تمام کی پوجا کرنے کا سبب ایک ہی ہے کہ ہر پوجا کرنے والا اپنی اندر کی جوہری فطرت کی بنا پر مجبور ہے کہ جس اللہ اور جس رب کی محبت کا جوہر اسکی فطرت میں ہے، اس کی محبت کا جوہر اُسے مجبور کرتا ہے کہ وہ جس کی محبت میں تڑپ رہا ہے اُس کو تلاش کر کے اُسے پا لے کیونکہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب مل جائے۔ یہاں تک تو میں کہہ سکتا ہوں کہ چاند کو پوجنے والے یا سورج کو پوجنے والے، مندر میں جانے والے اور مسجد میں جانے والے کسی ایک ہستی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں اور اسلئے تلاش کر رہے ہیں کہ خدا کی محبت کا جوہر ہر فطرت میں موجود ہے۔ اور جب کسی کے دل میں محبت ہو تو ہر محبت والے کو محبت مجبور کرتی ہے کہ محبوب کو تلاش کرے۔

اتنی بات تو آپ سب جانتے ہیں کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب روحوں کو فرمایا کہ "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو سب نے کہا کیوں نہیں! تو ہمارا رب ہے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف فرمایا۔ پھر تمام رسولوں نے، نبیوں نے، صدیقوں نے، شہیدوں نے، صالحین نے، اغواث

نے، اقطاب نے، ابدال نے، ندباء، نقباء نے، تمام معصومین نے، مؤمنین نے، مؤمنات نے، عارفین نے، عارفات نے، سالکین نے، سالکات نے، سب نے کہا "بلیٰ"۔ پہلے بلیٰ کا نعرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا۔[1] پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے پر سب نے بلیٰ کا نعرہ لگایا۔ اور سب نے کہا کیوں نہیں ضرور تو ہمارا رب ہے۔ اور جب یہ جسم یہاں آیا اور روح اسمیں آئی تو روح نے کہا کہ جس کی ربوبیت کا میں نے وہاں اقرار کیا تھا وہ ہے کہاں؟

اَب کسی نے چاند کی طرف نظر اُٹھا کر تلاش کیا، کسی نے سورج کی طرف نظر اُٹھا کے تلاش کیا، کسی نے عناصر میں تلاش کیا، کسی نے پہاڑوں میں تلاش کیا۔ اللہ اکبر

بس محبت ہے جو اس کو لیے پھرتی ہے جو کبھی آسمانوں کی جستجو کراتی ہے، کبھی زمینوں کی جستجو کراتی ہے، کبھی پانی کی جستجو کراتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ تلاش کر و اُس محبوب کو جس کی ربوبیت کا اعتراف کیا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ محبت تو مجبور کرے گی کہ محبوب کی تلاش کر و لیکن کامیابی ضروری نہیں کامیابی جب ہی ہوگی جب تلاش کا ذریعہ صحیح ہوگا، اور اگر تلاش کا ذریعہ غلط ہے تو تلاش جاری رہے مگر کامیابی نہیں ہوگی۔

ایک مثال سنئے کہ ایک پیالی میں چائے رکھی ہے اور آپ کو معلوم نہیں کہ اس میں چینی ہے یا نہیں۔ تو آپ اس کو دیکھتے رہیں تو کیا آپکو معلوم ہوگا کہ اسمیں چینی ہے؟ بالکل معلوم نہیں ہوگا۔ آپ اپنے کان میں ڈالیں کہ شاید چینی کی آواز کان میں آجائے تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا۔ آپ اُس میں اُنگلی ڈال کر دیکھتے رہیں کہ بھئی شاید اُنگلی کو پتہ چل جائے کہ چینی ہے یا نہیں۔ ہزار برس گذر جائیں تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہوگی۔ کامیابی اُس وقت ہوگی جب آپ ایک

---

[1] ابوسہیل قطان نے اپنی کتاب "امالی" میں حضرت سہیل بن صالح ہمدانی سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءؑ سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوتے۔ تو انہوں نے جواب دیا! اللہ تعالیٰ نے جو بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا "الست بربکم" اس وقت حضور علیہ السّلام نے سب سے پہلے جواب میں کہا "بلیٰ" ایک وجہ انبیاءؑ پر تقدیم کی یہ بھی ہے۔ (خصائص کبریٰ از علاّ جلال الدین سیوطیؒ جلد ۱ صفحہ ۱۲ اردو) (روح المعانی)

گھونٹ چائے پئیں گے ۔ وہ گھونٹ قوتِ ذائقہ سے مس ہوگا تو قوتِ ذائقہ بتا دے گی کہ چینی ہے یا نہیں ۔ تلاش کا ذریعہ اگر غلط ہوگا تو تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہوگی ۔

میرے عزیزو ہر انسان اپنی فطرت میں خُدا کی محبت کا جوہر لے کر آیا ہے ۔ وحدت ادیان کے فلسفہ سے یہاں تک تو میں متفق ہوں ۔

ہر انسان اُسی محبت کے فطری تقاضے کی بنا پر اُس رب کو تلاش کر رہا ہے کہ جس کو بلیٰ کہہ کر رب مانا ہے ، وہ کہاں ہے ۔ تو تلاش کا ذریعہ جس نے عقل کو بنایا وہ دہریہ ہوگئے اور جس نے حواس کو ذریعہ بنایا وہ مظاہر پرست ہوگئے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عقل بھی ذریعہ نہیں ہو سکتی ۔ ہاں عقل سے تم میری معرفت کے لیے مدد لے سکتے ہو اور حواس سے بھی تم میری معرفت کے لیے مدد لے سکتے ہو مگر حواس پر بھروسہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ناقص ہیں ۔ عقل سے تم کام لے سکتے ہو ۔ لیکن اس عقل پر تم بھروسہ نہ کرو ، کیونکہ یہ عقل ، عقلِ ناتمام ہے ۔

ارے میں کامل ہوں ، عقل ناقص ہے ، میں لامتناہی ہوں ، حواس متناہی ہیں ۔ میں لامحدود ہوں ۔ اَب اگر تم لامحدود کو تلاش کرنے کا ذریعہ محدود کو بنا لو اور لامتناہی کو تلاش کرنے کا ذریعہ متناہی کو بنا لو اور کامل کے لیے ناقص کو ذریعہ بنا لو تو کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ کامیاب وہ ہوگا جس نے صحیح ذریعہ کو اختیار کیا اور وہ ناکام ہوگا جس نے غلط ذریعہ کو اختیار کیا ۔ بس اسی دوسرے رُخ کو سامنے رکھ لو اور اس اعتراض کا جواب سمجھ لو ۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے اور فرمایا :

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ "

مظاہر کائنات کو دیکھو ان سے کام لو ، ان کو میرے محبوب کی زبان نے دلیل قرار دیا لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے تلاش کرنی ہے تو ان غلط ذریعوں کے اوپر اعتماد نہ کرو ۔ میرے تلاش کرنے کا ذریعہ تمہارے حواس نہیں ۔ میں حواس میں نہیں سما سکتا ۔ میں تمہاری عقل کے دائرے میں محدود نہیں ہو سکتا ۔ اگر مجھے تلاش کرنا ہے اور مجھے پانا ہے تو نہ میں حواس کی دُنیا میں ملوں گا ، نہ میں عقل کی دُنیا ملوں گا ، اگر ملوں گا تو محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملوں گا ۔

خدا کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ اُس نے خدا تعالیٰ کو کبھی نہ پایا۔ اور میں تمہیں پھر کہتا ہوں کہ خُدا کو تلاش کرنے کا کامیاب ذریعہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اور محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا ذریعہ اولیاء اللہ کی ذوات قدسیہ ہیں۔ اولیاء اللہ سے ہٹ کر محمد مصطفےٰ تک پہنچنا محال ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر خدا تک پہنچنا محال ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

انسانیت کا مرکز توحید اور وسیلہ "رسالت" ہے۔

اقوام عالم کی تہذیب و تمدن اور معاشرے میں اصولی اور بنیادی اختلافات کی سب سے بڑی وجہ توحید باری کے عقیدے میں اختلاف کا پایا جانا ہے۔ بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ انہیں معبود واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے لیکن فطرت انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکزِ وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنیٰ میں اسے منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لئے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ رسالت توحید کی دلیل ہے اور اسمیں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ دعوےٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کو دعویٰ سے اتنا قرب ہے، کہ دونوں کے درمیان واوٗ عاطفہ تک کی گنجائش نہیں، معلوم ہوا کہ قرب الٰہی کا ذریعہ صرف قرب مصطفائیؐ ہے اور توحید کا وسیلہ رسالت ہے۔ ے

بمصطفےٰ برساں راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

از علاّمہ احمد سعید کاظمی مدظلہ

ماہنامہ السعید ملتان ش مئی جون ۱۹۶۴ء